منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے۔ حضرت ابن الزبیر نے استخارے اور صحابہ سے مشورے کے بعد کعبہ کو منہدم کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن الزبیر نے اس کو پھر داخل کر دیا، اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے، حضرت ابن الزبیر نے نصف جمادی الاخری میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا، اور رجب پینسٹھ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ پر غلاف چڑھائے، دوسری بار (عبدالملک بن مروان کے حکم سے) اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے[۵]۔ ۷۴ ہجری میں یہ تعمیر کی گئی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اب اس بناء کو متغیر نہیں کرنا چاہیے، ہارون رشید نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اس بناء کو منہدم کر کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء پر بنا دیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں، امام مالک نے فرمایا اے امیر المومنین میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کریں، پھر لوگ بیت اللہ کو کھلونا بنا لیں گے اور ہر شخص اس کو توڑ کر اپنی مرضی کی تعمیر کرے گا، اور لوگوں کے دلوں سے بیت اللہ کی وقعت کم ہو جائے گی اور اس کی ہیبت نہیں رہے گی[۶]۔

یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر

حدیث نمبر ۳۱۴۱ میں ہے عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں شامی فوجوں نے مکہ پر حملہ کیا جس سے بیت اللہ جل گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)، پھر حضرت ابن الزبیر نے اس کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، علامہ وشتانی مالکی اس واقعہ کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیاسی اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا، اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی، حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا، یزید نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین، ابن عمر اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ کے حاکم نے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کو بلوایا، انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا، پھر حضرت ابن الزبیر اسی رات مکہ چلے گئے گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتا نہ چلا، کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا اس نے حضرت حسین کو بلوایا لیکن حضرت حسین بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ روانہ ہو گئے تھے حضرت حسین جب مکہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو

---

[۵] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۱ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ المطبعۃ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

[۶] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

یزید کے پاس روانہ کر دیا حضرت حسین کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر کے لیے حجاز خالی رہ گیا، انھوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا کہ یہ لوگ عہد شکن بدکار اور شریر ہیں، اور ان سب سے بڑے اہل کوفہ ہیں، انھوں نے بیعت کے لیے حضرت حسین کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی، پھر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنو امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا، یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس نے معذرت کر لی اور کہا اے امیر المومنین میں نے آپ کے لیے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھیے، یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا، وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے، میرا خیال ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجیے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مری کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑا ہٹ تھی اس نے آکر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں نہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورے دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو! اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، یزید نے کہا، اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مری نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو، پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو، اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا، اور جب تم مدینہ پہنچو تو اہل مدینہ کو تین دن تک ڈرانا دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے (یعنی لوٹ مار کر سکتے ہو)۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت اور اسی کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا، میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد (حضرت ابن الزبیر) کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا اے اللہ کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے، جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا اب مدت گزر گئی ہے، اب تمہارا کیا ارادہ ہے، ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں

V

جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے، مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ کو مباح رکھا (لوٹ مار کی اجازت دی) پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے، چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے، اہل مدینہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی' یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آ لیا، اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ پہنچ کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لیے جنگ کر رہے ہو؟ انھوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی، پھر جب انھیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے، اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی، یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی، دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی، ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کو خلیفہ مان لیا تھا۔ حتیٰ کہ حجاج نے مکہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے[۵] حضرت ابن الزبیر سترہ جمادی الاولیٰ بہتر ہجری میں شہید کیے گئے۔ (البدایہ والنہایہ) آپ کی خلافت آٹھ سال رہی۔

بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت حسین کا موقف

علامہ وشتانی کی بیان کردہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا، دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیک نیتی سے اجتہاد کیا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث تھیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من استعمل رجلا من

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی

---

[۵] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲۶ - ۴۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

عصابة وفی تلك العصابة من هوارضى لله منه فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمين وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔ [1]

کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من استعمل عاملا من المسلمين وهو يعلم ان فيهم اولى بذلك منه واعلم بكتاب الله وسنة نبيه فقد خان الله ورسوله وجميع المسلمين۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے، اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور قرآن مجید اور احادیث رسول کی تفصیلات اور احکام شرعیہ کی تشریحات سے نابلد ہے اور انھیں معلوم تھا کہ امت مسلمہ میں علم و عمل میں اس سے بدرجہا بہتر افراد موجود ہیں اس لیے وہ یزید کی بیعت کو ان احادیث کے بھی خلاف سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی اس آیت کے بھی خلاف گردانتے تھے: ان الله يأمركم ان تؤدوا الامنت الى اهلها، اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان امانتوں کا اہل ہو" اور ملک اور قوم کے معاملات اصحاب رائے کے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں اور اگر اصحاب رائے کسی ایسے شخص کو مسلمانوں کا امیر مان لیں جو خوف خدا سے خالی ہو اور علم و عمل سے تہی دامن ہو تو دوسرے لفظوں میں انھوں نے ملک و قوم کی امانت ایک نااہل شخص کے سپرد کر دی، اور یہی وہ خیانت ہے جس کے ڈر سے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں کی اور بعد میں جب یزید نے قاتلین معرکہ کربلا کو کوئی سزا نہیں دی، مدینہ منورہ میں تین دن تک قتل و غارت گری کرنے کا حکم دیا، مکہ مکرمہ پر حملہ کرایا اور خانہ کعبہ کو جلوایا تو ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی امارت کے لیے یزید واقعی نااہل تھا، اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی فکر صائب نے اس کی بیعت نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ صحیح فیصلہ تھا۔

یزید کے فسق و فجور، اس کی جہالت اور بداعمالیوں کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف پر ہم کچھ اور احادیث پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی اطاعت نہ کرنا ان احادیث کی بنا پر تھا معاذ اللہ کسی ہوائے نفسانی کی وجہ سے نہیں تھا:

عن انس بن مالك ان معاذ بن جبل قال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ، المستدرک ج ٤ ص ٩٢-٩٣، دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ٩٧٥ھ، کنز العمال ج ٦ ص ١٩، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ١٤٠٥ھ

یارسول اللہ ارایت ان کان علینا امراء لا یستنون بسنتک ولا یأخذون یأمرک فیما تامرنا فی امرھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ رواہ احمد وابو یعلی وفیہ عمرو بن زینب ولم اعرفہ وبقیتہ رجالہ رجال الصحیح۔ [۱]

کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا یارسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں! حافظ الہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام ابویعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن زینب ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مسند احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [۲]

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء من بعدی یامرونکم بما تعرفون ویعملون ما تنکرون فلیس اولئک بائمۃ رواہ الطبرانی وفیہ الاعشی بن عبد الرحمان ولم اعرفہ، وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [۳]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ حافظ الہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اعشی بن عبدالرحمان ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۴]

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء بعدی یعرفون وینکرون فمن نابذھم نجا ومن اعتزلھم سلم ومن خالطھم ھلک رواہ الطبرانی وفیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے بیعت توڑ دے گا وہ نجات پائے گا جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ سلامت رہے گا اور جو ان سے میل جول رکھے

۱۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ۔
۲۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
۳۔ حافظ نور الدین علی ابن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ
۴۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

هياج بن بسطام وهو ضعيف۔ [1]

گا وہ ہلاک ہو جائے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ہیاج بن بسطام ایک ضعیف راوی ہے۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [2]

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الا ان الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب الا انه سيكون عليكم امراء يقضون لانفسهم مالا يقضون لكم فاذا عصيتموهم قتلوكم وان اطعتموهم اضلوكم قالوا يا رسول الله كيف نصنع قال كما صنع اصحاب عيسى بن مريم نشروا بالمناشير وحملوا على الخشب موت في طاعة الله خير من حياة في معصية الله رواه الطبراني ويزيد بن مرثد لم يسمع من معاذ والوضين بن عطاء وثقه ابن حبان وغيره وبقية رجاله ثقات۔ [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہو جائیں گے، تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا، سنو! عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لیے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے، تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟ فرمایا: تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے صحابہ نے کیا تھا۔ انہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پہ چڑھا دیا گیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ یزید بن مرثد کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے اور وضین بن عطاء کی امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے جب آپ کو بیعت کے لیے دعوت دی، اور آپ نے مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ نے اہل کوفہ کی دعوت قبول کر لی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے نزدیک یزید کی حکومت صحیح نہیں تھی اور جب آپ کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کرنے کا ایک موقع ملا تو آپ کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ آپ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور جو لوگ آپ سے ایک صالح حکومت قائم کرنے کی درخواست کر رہے تھے ان کی اس درخواست کو منظور فرماتے، اس وجہ سے آپ کوفہ روانہ ہو گئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں ابن زیاد سے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

[2] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸-۲۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

V

تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، یا مجھے واپس جانے دو، یا مجھے سرحد اسلام پر جہاد کرنے دو۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ مکہ سے لے کر شہادت تک میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، قسم بخدا حضرت حسین نے اس عرصہ میں جو کچھ بھی کہا وہ میں نے سنا ہے، انھوں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں اور نہ یہ کہا ہے کہ مجھے اسلام کی کسی سرحد پر جانے دو۔ البتہ انھوں نے یزیدی لشکر سے دو مطالبے کیے تھے ایک یہ کہ انھیں واپس جانے دیں اور دوسرا یہ کہ انھیں زمین میں پھر کر دیکھنے دیں کہ لوگوں کا معاملہ (حکومت) کس طرف لوٹتا ہے۔[۱]

علامہ ابن اثیر جذری نے بھی عقبہ بن سمعان کی یہ روایت بیان کی ہے۔[۲]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت نہ کرنا اور اہل کوفہ کی دعوت پر بیعت لینے کے لیے جانا، کسی نفسانیت یا طلب اقتدار کی خاطر نہیں تھا بلکہ محض اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید کی بیعت کرنا درحقیقت اس کے غیر شرعی کاموں کی تائید اور اس کی معاونت کرنا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی خطبہ نقل کیا ہے جو انھوں نے حُر بن یزید تمیمی اور اس کے لشکر کے سامنے دیا تھا۔ اس خطبہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ حقائق بیان کیے ہیں جن کی بناء پر آپ نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران، اللہ کے حرام کو حلال کر رہا ہے، اور اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے، پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔ سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کا التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (فئے) کو اپنی ملکیت بنا لیا ہے اور اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں۔ جبکہ میرے پاس بیعت کے لیے تمہارے بکثرت خطوط اور نمائندے آ چکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے، میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی نئی بے وفائی نہیں ہے، ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو، تمہارا حصہ اور نصیب خطا ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے، وہ دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا، ـــ والسلام![۳]

[۱] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۸ھ۔

[۲] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۲ - ۲۸۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۰ھ

[۳] علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اس خطبہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [1]۔

بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی تمام صحابہ نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے لی تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ تھے اور گذشتہ جنگوں اور خون خرابے سے اچھی طرح یہ جان چکے تھے کہ اگر خلافت اور امارت کو یونہی مسلمانوں کی صواب دید پر چھوڑ دیا یا انتخاب خلیفہ کے لیے کوئی مجلس شوریٰ مقرر کر دی تو یہ لوگ کبھی بھی ایک شخص پر متفق نہیں ہوں گے، بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے اختلاف اور خونریزی ہوگی، اور اگر خلافت بنو ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو بنو امیہ جو اس وقت بہت بڑی طاقت بن چکے ہیں، اس کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، ان حالات کی بناء پر انھوں نے یزید کو جانشینی کے لیے منتخب کر لیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا، اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے۔ [2]

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں، بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا، جیسا کہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کی رائے تھی، اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہوگا اور بکثرت خونریزی ہوگی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنو امیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے، مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا، اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے، مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں۔ دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیرخواہی اور تلاش حق کے لیے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لیے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھیں [3]۔

نیز علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں تھے اور جو صحابہ شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہرچند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہوگی، انھوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے، اور یہ خیال کر کے کہیں گمراہ نہ

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ٦٣٠ھ، الکامل فی التاریخ ج ٣ ص ٢٨٠، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ١٤٠٠ھ

[2] علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ٨٠٨ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ٢١٢، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔

[3] ،، مقدمہ ابن خلدون ص ٢١٢ ،،

ہو جاتا کہ چونکہ صحابہ نے حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی، نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انہیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ جیسے حنفی مذہب میں نبیذ پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کر سکتا۔[1]

یزید ہر چند کہ خلافت کا اہل نہ تھا۔ فاسق و فاجر اور معصیت پر دلیر تھا تاہم اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا جس کی بناء پر اس کی بیعت کو توڑنا واجب ہوتا اور اس سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہوتا۔ یاد رہے جن علماء نے یزید کی تکفیر کی ہے وہ واقعہ حرہ کی بناء پر کی ہے جو تریسٹھ ہجری میں ہوا جس میں بیشتر صحابہ قتل کر دیے گئے اور جو باقی بچے وہ خوف سے روپوش ہو گئے اور اس کے ڈھائی ماہ بعد یزید مر گیا (اور بعض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی بناء پر تکفیر کی ہے) اس لیے جمہور صحابہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور انہوں نے یزید کے خلاف خروج میں عملی حصہ نہیں لیا۔ اب ہم قارئین کے سامنے وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جو جمہور صحابہ کرام کے پیش نظر تھیں۔

عن عبادة بن الصامت قال دعانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعنا فكان فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة فى منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا ولا ننازع الامر اهله قال الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو۔ ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا الّا یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی قوی دلیل ہو۔

عن ام سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ستكون امراء فتعرفون وتنكرون فمن عرف برئ ومن انكر سلم ولكن

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی۔ جس جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا اور جس نے

---

[1] علامہ عبد الرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔
[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

من رضي وتابع قالوا أفلا نقاتلهم قال لا ما صلوا۔ [1]

برے کاموں کو برا جانا وہ بھی بری ہوگیا البتہ اس سے مواخذہ ہوگا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔!

عن عرفجة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنه ستكون هنات وهنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان۔ [2]

حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ اور فساد ہوگا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے درآں حالیکہ وہ متحد ہو اس کو تلوار سے قتل کردو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حجة له ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیعت توڑ دی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک سلطان یا حاکم سے العیاذ باللہ کھلم کھلا کفر نہ صادر ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتا رہے یا نظام صلوٰۃ پر قائم رہے اس وقت تک اس کے خلاف جنگ جائز نہیں ہے اور یزید ہرچند کہ فاسق و فاجر تھا اور دینی اور ملی خدمات سے تہی دامن تھا نہ ملک اور قوم کے لیے اس کی کوئی علمی اور عملی خدمات تھیں، غرضیکہ اس منصب کے لیے وہ ہر اعتبار سے نااہل اور ناموزوں تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی ایسا فعل سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے اس کی تکفیر کی جاتی۔ تریسٹھ ہجری میں جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی تو بیعت توڑنے والوں نے جو وجوہات بیان کی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نماز ان کا تارک ہے اور شراب پیتا ہے جس کا ذکر نہایت تفصیل سے علامہ ابن اثیر جزری نے کامل فی التاریخ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کیا ہے، غرضیکہ واقعہ حرہ سے پہلے تاریخ میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ کسی صحابی یا اہل علم تابعی نے اس کو کافر قرار دیا ہو، اور واقعہ حرہ کے ڈھائی ماہ بعد وہ خبیث مر گیا تھا اور کبار صحابہ اور اہل علم تابعین میں سے اکثر واقعہ حرہ میں شہید کر دیے گئے تھے اور بعض غاروں میں روپوش ہوگئے تھے۔

بہرحال ان احادیث اور ان تاریخی حقائق کے پیش نظر صحابہ کرام نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

صحابہ کرام کا یہ نظریہ ایک ملی مسئلہ میں غور و فکر، اجتہاد اور حسن نیت کی بناء پر تھا۔ العیاذ باللہ کسی جاہ طلبی، دنیاوی

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ
[2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸
[3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸

منفعت یا عارضی سہولت کے حصول کی بناء پر نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر نے جو یزید کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی کسی نفسانیت پر مبنی نہیں تھا نہ حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی تھا اور جس بے سروسامانی کی حالت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تھے اسے دیکھ کر کوئی ذی عقل شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اقتدار پر قابض ہونے کے لیے جا رہے تھے نہیں بلکہ وہ صرف ایک حجت شرعی کو پورا کرنے جا رہے تھے، یہ دونوں فریق مخلص اور بے لوث تھے، دونوں کے پیش نظر للّٰہیت، خدا خوفی اور امت کا وسیع مفاد تھا۔ دونوں کے سامنے احادیث تھیں اور ان میں سے ہر فریق اپنے اجتہاد کے مطابق دین کا منشاء پورا کر رہا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کا عمل رخصت پر مبنی تھا اور دوسرے کا عزیمت پر، ورنہ اخلاص، نیک نیتی اور موقف کی سچائی کے لحاظ سے دونوں فریقوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

واقعہ حرّہ کی تفصیلات

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ تریسٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دی کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی پگڑی اتار رہا ہوں، اس طرح میں یزید کی بیعت اتار رہا ہوں اور یہ کہہ کر اپنی پگڑی پھینک دیتا اور کوئی کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں، حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا، پھر انھوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور مدینہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنو امیہ کو بھی مدینہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے، ان لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھا نہ حضرت ابن عمر کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی، حضرت ابن عمر نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا، اور انھوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تادم مرگ بیعت کی ہے اور کہا ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنو عبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی، محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انھوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا، بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انھوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی، بنو امیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا، یزید کو نقرس کی بیماری تھی جس وقت یہ خط پہنچا وہ اس وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں۔ لیکن انھوں نے انکار کیا اور کہا آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا، یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلوایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی، یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا، اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگذر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور

جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا میں تمہیں تمہاری قوم (قریش) اور انصار رسول اللہ کی امان کے لیے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا یہ تبلایئے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کریں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا، اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آجاؤ تو تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دینا (یعنی لوٹ مار کی اجازت دینا) اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور علی بن حسین (زین العابدین) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا، ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے فارغ ہو کر (حضرت) ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہو جانا۔[1]

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ (متقدمین اس کو مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جزاء خیر نہ دے اس نے مدینہ کے اشراف اور قراء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا۔ بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دیا انھیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے۔ سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچا زاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں۔ مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے، مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں، ہشام بن حسان نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد مدینہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے، اکابر صحابہ میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہو گئی تھی، ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہا بھی تھے۔ حضرت ابوسعید خدری ایک غار میں تھے، ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انھیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: انی ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحٰب النار و ذلک جزاء الظالمین۔ "میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے"۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ابوسعید خدری! کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ کہا ہاں، پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔[2]

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیب کو لایا گیا، مسلم نے ان سے کہا کہ بیعت کرو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹-۲۱۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ۔

[2] " " " البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱-۲۲۰ "

کہا کہ یہ مجنون (دیوانہ) ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس شہید ہو گئے جنھیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنھیں میں نہیں جانتا تھا۔ مدائنی نے کہا کہ واقعہ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔[1]

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ آخر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا، اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔[2]

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیے گئے اور صحابہ میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم شہید کر دیے گئے۔[3]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ مدینہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو، مہاجرین اور انصار صحابہ اور خیار تابعین شہید کیے گئے اور عام لوگوں میں سے بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کیے گئے، سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کیے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیے گئے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے۔ یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ میں قرآن اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن مار دی۔[4]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کی جاتی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔[5]

یہ واقعہ علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔[6]

نیز سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی،

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،

[2] علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷، ص ۱۳، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۰ھ

[4] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ

[5] 〃 〃 〃، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۴

[6] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

نہ جماعت ہوئی، سعید بن مسیب جب بھی مسجد نبوی میں جاتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سنتے جس سے انہیں نماز کا وقت معلوم ہوتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے [1]

مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا۔

محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ مسلم بن عقبہ ایک معمر صحابی تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے مسلم بن عقبہ کا ذکر اصابہ کی قسم ثالث میں کیا ہے اور قسم ثالث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے، ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ممکن تھا لیکن ان کا سماع ثابت نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبد البر اور علامہ ابن اثیر جزری وغیرہ نے مسلم بن عقبہ کا ذکر صحابہ کی فہرس میں نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مری، یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا، ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا۔ محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے مدینہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال سے زیادہ تھی اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، اس وجہ سے اس کا نام مسرف رکھا گیا۔ [2]

مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں ایک شخص سے کہا کہ اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو، اس نے انکار کیا اور کہا میں صرف اللہ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں، مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اسے قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ ہو یا مُردہ۔ مدینہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا، اس قرشی نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو، سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، اور کہا اے مالکہ اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا، اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی۔ پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو، انہوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدھے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے۔ وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے پھر اس نے اژدھے کی دم پر لکڑی ماری، اژدھا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا [3]

---

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۶۹۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۹۵-۴۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ھ۔